اعتراض:..... جب تک اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم نہ بتلایا تو کسی کو بھی پتہ نہ چل سکا۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۰۲)

جواب نمبر ۱:..... اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جس روز سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا امام الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اسی روز سے رب ذوالجلال نے آپ کو ان کی پاکدامنی اور پاکیزگی کا علم عطا فرمادیا تھا۔

کیونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہونا تقدیر الٰہی میں لکھا جاچکا تھا اور اللہ تعالیٰ کے انتخاب میں کسی قسم کا نقص ہونا امر محال ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین راتوں تک تو مجھ کو خواب میں دکھلائی گئی۔ فرشتہ ریشمی کپڑے کے ٹکڑے میں تیری تصویر لاتا رہا۔ فرمایا یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے تیرے چہرے سے کپڑا اٹھایا وہ تو ہی تھی۔ میں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر مقدور ہے تو ہو کر رہے گا۔ (۱).....(مسلم، کتاب الفضائل صفحہ ۱۱۸ حصہ ۲)

(۲).....(مشکوٰۃ، باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

جواب نمبر ۲:..... تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔

ما رفث امرأة نبی قط

ترجمہ: ''کسی نبی کی بیوی نے کبھی بے حیائی کا کام نہیں کیا''۔

یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے بلکہ یقیناً حضور علیہ السلام سے سن کر فرما رہے ہیں لہٰذا یہ حدیث حکماً مرفوع ہوگی۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے امر کا بیان فرمایا جو لوازمات نبوت سے ہے اور وہ یہ کہ کسی نبی کی بیوی بدکار نہیں ہوسکتی۔ اس لئے مخالفین کا یہ کہنا کہ وحی نازل ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم نہ تھا سراسر ضلالت و گمراہی ہے۔

جواب نمبر۳:.....وحی نازل ہونے سے قبل امام الانبیاء سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

یا معشر المسلمین من یعذرنی فی رجل قد بلغنی اذاہ فی اھل بیتی فوا للّٰہ ماعلمت علی اھلی الاّ خیراً ۔[1]

(مسلم کتاب التوبہ صفحہ ۳۴۶ حصہ ۶)

''اے گروہ مسلمانان! اس شخص کے بارے میں مجھے کون معذور رکھتا ہے۔ جس کی اذیت رسانی میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھ تک پہنچی ہے بخدا میں اپنے اہل کیلئے خیر کے بغیر کچھ نہیں جانتا''۔

---

[1] ۔اسامہ بن زید نے کہا یا رسول اللہ! عائشہ آپ کی بیوی ہے اور ہم تو سوا بہتری کے اور کوئی بات اس کی نہیں جانتے۔ حضرت بریرہ (لونڈی) جو کہ حضرت عائشہ کے پاس رہتی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کو بلایا اور فرمایا۔ اے بریرہ تو نے کبھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی بات دیکھی ہے جس سے تجھ کو اس کی پاکدامنی میں شک پڑے۔ بریرہ نے کہا قسم اس کی جس نے آپ کو سچا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اگر میں انکا کوئی کام دیکھتی بھی تو میں عیب بیان کرتی۔ (مسلم کتاب التوبہ صفحہ ۳۴۶ حصہ ۶) منکرین کیلئے لمحہ فکریہ۔ جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا قسم کھا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کی شہادت دے رہی ہے تو پھر یہ کہنا کہ رحمتِ عالم ﷺ کو وحی نازل ہونے سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم نہیں تھا انتہائی ظلم عظیم ہے۔ بقیہ اگلے صفحہ پر

اگر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قسم کھانے کے باوجود جو امتی کہے کہ آپ کو وحی نازل ہونے سے قبل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم نہ تھا تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔

- علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری کا ایمان افروز بیان:

آج کل بھی بعض لوگ بڑے سوقیانہ انداز میں اس واقعہ کو عام جلسوں میں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے منافقین کے جھوٹ کا یقین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ کے جسم پر مکھی بیٹھے کیونکہ مکھی نجاست پر بیٹھ کر نجاست سے آلودہ ہوتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے اتنی معمولی نجاست والی چیز کے مس سے آپ کو محفوظ رکھا ہے تو آپ کو اس فاحشہ کے ساتھ ملوث ہونے والی عورت سے کیسے محفوظ نہیں رکھے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے تاکہ کسی انسان کا اس سائے پر قدم نہ پڑے تو جب کسی شخص کیلئے آپ کے سائے پر قدم رکھنا ممکن نہیں ہے۔ تو کسی شخص کیلئے آپ کی زوجہ کی عزت کو پامال کرنا کس طرح ممکن ہوگا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو بھیج کر آپ کو یہ خبر دی کہ آپ کے نعلین میں گھناؤنی چیز ہے اور آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے پائے اقدس سے نعلین اتار دیں تاکہ آپ کے پاؤں مبارک میں وہ گھن والی چیز نہ لگے تو اگر بالفرض آپ کی زوجہ اس فاحشہ سے ملوث ہوگئی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے الگ ہونے کا حکم ضرور دیتا حضرت ابوایوب انصاری نے اپنی بیوی سے کہا کیا تم کو اس چیز کی خبر ہے؟ ان کی بیوی نے کہا یہ بتاؤ اگر تم حضرت صفوان بن معطل کی جگہ ہوتے تو کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم کے ساتھ کسی فاحشہ کا ارادہ کر سکتے تھے؟ انہوں نے کہا ہرگز نہیں انہوں نے کہا کہ اگر میں حضرت عائشہ کی جگہ ہوتی تو کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ارادہ نہ کرتی اور حضرت عائشہ مجھ سے افضل ہیں اور حضرت صفوان تم سے افضل ہیں تو ان کے متعلق اس فاحشہ کا تصور کیسے ہوسکتا ہے۔ (مدارک التنزیل صفحہ نمبر ۳۴۳ جلد ۳ طبع دار الکتب العربیہ پشاور) (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

بیان کرتے ہیں اور اپنے نبی پاک کی بے علمی ثابت کرنے کیلئے عجیب وغریب موشگافیاں کرتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو رنجیدہ خاطر کیوں ہوتے ،اگر علم ہوتا تو صاف الفاظ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان کیوں نہ کردیتے وغیرہ۔ جنہیں سن کر دل درد سے بھر جاتا ہے اور کلیجہ شق ہونے لگتا ہے اور یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ صاحب جو اپنا سارا زور بیان اور قوت استدلال اپنے نبی کی بے علمی ثابت کرنے کیلئے صرف کررہے ہیں ان کا اس نبی سے قلبی تعلق نہ سہی رسمی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے وہ خود سوچیں اگر ان کی بہو بیٹی پر ایسا بہتان لگایا جائے یا خود ان کی اپنی ذات کو ہدف بنایا جائے اگرچہ انہیں اپنی پاکدامنی کا حق ویقین بھی ہو تو کیا ان کا جگر چھلنی نہیں ہوجائے گا نزول وحی میں تاخیر کی جو حکمتیں ہیں ان کا آپ کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ابتلا میں شدت اس کی مدت میں طوالت بایں ہمہ صبر واستقامت کا مظاہرہ ان تمام امور میں بھی لطف ہے اس کی قدر ومنزلت اہل محبت ہی جانتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن صفحہ ۳۰۲، جلد ۳ طبع لاہور)

علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ایک مہینہ یا اس سے زائد تک اس معاملہ کے طول دینے کی حکمت بھی یہی تھی کہ اگر جلدی سے معاملہ ختم کردیا جاتا تو لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات رہے جاتے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت عملی کے مطابق معاملہ کو طول دیا کہ جس طرح چاہو اس طویل عرصہ میں واقعات کی چھان بین کرلو، جب کوئی برائی موجود ہی نہیں تو ظاہر کہاں سے ہوگی۔

نیز فرماتے ہیں:

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم تھا مگر ان حکمتوں کے پیش نظر بے توجہی اور تحقیق وتفتیش کرائی گئی اور معاملہ کو طول دیا گیا تاکہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی ہر طریقہ سے ظاہر ہوجائے، اسی حکمت کے تحت ان کی برأت قرآن مجید میں تاخیر سے نازل ہوئی۔ (مقالات کاظمی صفحہ ۱۲۷ جلد دوم)

- حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں:

منکرین علم غیب رسول کا اس واقعہ افک سے (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ) سے دلیل پکڑنا سراسر غلط ہے۔ انبیاء واولیاء جس طرف بھی نظر کرتے ہیں۔ دریافت وادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے۔ (شمائم امدادیہ صفحہ)

اعتراض:..... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام امت کے احوال سے واقف ہیں تو اس کے بعد جو سورتیں اتریں اور ان میں ایسے واقعات پیش آئے کہ آپ کو ان کا علم نہ تھا۔

۱۔ سورۃ منافقین اتری جس میں منافقین کے مکر وجھوٹ کا ذکر ہے وغیرہ۔
(انصاف صفحہ نمبر ۱۰۲)

۲۔ (بعض احوال کو) آیات سے آپکو صورت حال سے آگاہ کیا گیا (تلخیص)۔
(انصاف صفحہ نمبر ۱۰۲)

الجواب نمبر ۱:..... کیونکہ اہل سنت وجماعت جمیع ماکان ومایکون کے علوم کے حصول تدریجی کے نزول قرآن کی تکمیل کے بعد کے قائل ہیں اس لئے (۱) یہ آیت بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی نفی ہے بعد کی نہیں۔ (۲) نفی کلی جمیع ماکان ومایکون کی ہے جس کے حصول کے بوقت نزول آیت منقولہ کے ہم بھی قائل نہیں۔

الجواب نمبر ۲:..... علم کے باوجود اللہ تعالیٰ کسی حکمت ومصلحت کی بنا پر کسی امر خاص کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ ہٹا دیتا ہے۔ (خواہ اسے ہم سمجھیں یا نہ سمجھیں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ذہول ونسیان کا طاری ہونا ہمارے نزدیک جائز ہے۔

- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ان الانسی اوانسیٰ لاسن"۔ (مؤطا امام مالک صفحہ نمبر ۸۴ طبع کراچی)

ترجمہ: "مجھ کو نسیان نہیں ہوتا لیکن نسیان کرادیا جاتا ہے۔ تاکہ اس کے متعلق احکام سنت پائیں"۔

- قاضی عیاض مالکی اندلسی (م ۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نسیان وسہو کی حالت افادہ علم اور بیان شرح کا سبب ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں خود بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں تاکہ وہ تمہارے لئے سنت بن جائے بلکہ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ میں خود نہیں بھولتا مگر بھلایا جاتا ہوں۔ تاکہ اسے سنت بناؤں۔

آپ کو سہو پر ثبات نہیں رہتا بلکہ فوراً محسوس ہو جاتا ہے تاکہ اشتباہ جاتا رہے اور حکمت کا فائدہ ظاہر ہو۔ (الشفاء (اردو) صفحہ نمبر ۲۰۴ جلد دوم)

- امام مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی صاحب قاموس (م ۸۱۷ھ) فرماتے ہیں:

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امت مسلمہ پر دیگر احسانات کے علاوہ نماز میں گاہے گاہے سہو ونسیان بھی ایک احسان ہے جو تشریح کی خاطر معرض وجود میں آیا۔ الخ (سفر السعادت صفحہ نمبر ۴۲ طبع لاہور)

یاد رہے کہ یہ شان اللہ تعالیٰ ہی کی ہے کہ ذہول ونسیان وعدم توجہ وغیرہ سے پاک ہے، حضرت زید بن ارقم کے واقعہ کا تعلق بھی عدم توجہ کا باعث ہے۔ نیز جو اعتراض ہم پر کرتے ہو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی پر بھی تو کرو۔ ہم کو برا کہتے ہو اور انہیں اپنا پیشوا مانتے ہو۔

(ماھو جوابکم فھو جوابنا)

اعتراض: آپ نے اپنے اوپر شہد حرام فرمایا، سورۃ اتری تب اصل حال کا آپ کو علم ہوا۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۰۲)

الجواب:

واقعہ شہد اور اس کا پس منظر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یا یھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک۔ الخ

''اے نبی (مکرم) آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جسے اللہ تعالیٰ نے

آپ کیلئے حلال کر دیا ہے۔ (کیا یوں) آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں''۔

صاحب تفسیر کشاف زمخشری معتزلی (م ۵۳۸ھ) اور اس کے پیروکاروں نے اس مقام پر ایسی ایسی باتیں لکھیں ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن عصمت[1] پر حرف آتا ہے۔ آپ ائمہ اہل سنت کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حق فہمی اور محبت مصطفوی دونوں نعمتوں سے مالا مال فرمایا ہے۔

اس سورۃ کے شان نزول کے بارے میں دو روایات مروی ہیں مگر مفسرین کرام نے درج ذیل روایت کو قوی قرار دیا ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز عصر کے بعد ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور تھوڑا تھوڑا وقت ہر رفیقہ حیات کے پاس تشریف رکھتے ایک بار ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی نے شہد تحفۃً بھیجا۔ حضور علیہ السلام جب ان کے کاشانہ اقدس میں رونق افروز ہوتے تو وہ بڑے اہتمام سے شہد پیش کرتیں۔ حضور کو طبعی طور پر شہد بہت پسند تھا اس لئے شوق فرماتے۔ اس طرح حضرت زینب کے ہاں معمول سے زیادہ قیام ہو جاتا۔ حضرت زینب کی مسرت کی حد نہ تھی۔ انہیں اللہ کے محبوب اور اپنے سرتاج کے روئے زیبا کے دیدار کا زیادہ موقع ملتا۔ لیکن جن امہات المؤمنین کے حصہ سے یہ لمحے صرف ہوتے، ان کیلئے یہ صورت حال ناقابل برداشت ہوتی گئی۔ محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے رقابت کا جذبہ اتنا ہی قوی ہوتا ہے۔ آخر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ضبط نہ ہو سکا انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت زینب کے پاس سے اٹھ کر ان میں سے جس کے ہاں آئیں وہ یہ کہے کہ حضور! آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آرہی ہے کیا حضور نے مغافیر تناول فرمایا ہے؟ (مغافیر: غرفت درخت کی گوند ہے جس میں خفیف سی بساند ہوتی ہے) انہیں علم تھا کہ حضور اپنی نفاست مزاج کے باعث بدبو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[1] ۔ النماذج الخیریہ صفحہ ۱۳۱۰ از تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ۔ (ابوالجلیل فیضی غفرلہ)

نے فرمایا میں نے مغافیر تو نہیں کھایا البتہ زینب کے ہاں شہد نوش کیا ہے۔ اس کے بعد میں شہد نہیں پیوں گا۔ تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ "فلن اعود لہ فقد حلفت لاتخبری بذلک احدا" اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئی۔

- امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں اپنی رائے ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں

یعنی میرے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر ایک ایسی چیز کو حرام کر دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کیا تھا۔

- صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی کہتے ہیں:

کہ درست بات یہ ہے کہ یہ آیت شہد کے قصہ میں نازل ہوئی ہے۔

- علامہ ابی حیان اندلسی اپنی تفسیر "البحر المحیط" میں تحریر فرماتے ہیں:

"یایھا النبی نداء اقبال و تشریف" یعنی اللہ تعالیٰ نے یایھا النبی سے خطاب فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کیا اور شرف ندا سے سرفراز فرمایا ہے۔ لم تحرم سوال تلطف یعنی از راہ لطف و محبت دریافت کیا ہے کہ اے حبیب! آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ پہلے بڑے احترام سے خطاب فرمایا، پھر سوال کیا جس طرح عفا اللہ عنک لم اذنت لھم میں ہے۔ پھر فرماتے ہیں تحریم سے مراد تحریم شرعی نہیں یعنی جس طرح وحی الٰہی سے کسی چیز کو جو پہلے حلال تھی حرام کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ کہ یہ حرام ہے بلکہ یہاں تحریم سے مراد امتناع ہے۔ یعنی کسی چیز کے استعمال سے رک جانا۔ جیسے کوئی شخص کسی حلال اور مباح چیز کے استعمال کرنے سے اپنے آپ کو باز رکھ لیتا ہے۔ اور کبھی یہ امتناع کسی کی دلجوئی کیلئے ہوتا ہے جس کی خوشنودی مطلوب ہوتی ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ ہم زمخشری کی عبارت نقل کرنے سے دانستہ گریز کر رہے ہیں کیونکہ اس نے ایسی باتیں لکھی ہیں جو عصمت نبوت کے لائق نہیں۔

علامہ آلوسی نے بھی تحریم کا مفہوم امتناع ہی بیان کیا ہے والمراد بالتحریم الامتناع (روح المعانی) مطلب یہ ہے کہ آپ ایک حلال چیز کو استعمال کرنے سے کیوں اجتناب کرتے ہیں۔

واللہ غفور رحیم

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے"۔

علامہ آلوسی اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فیہ تعظیم شانہ صلی اللہ علیہ وسلم لان ترک الاولیٰ بالنسبۃ الیٰ مقامہ السامی الکریم یعد کالذنب وان لم یکن فی نفسہ کذلک یعنی اگرچہ آپ نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا، زیادہ سے زیادہ اولیٰ کا ترک ہوا۔ لیکن آپ کے عالی اور کریم مقام کیلئے یہ بھی مناسب نہ تھا، لیکن ہم غفور ہیں ہم نے معاف کر دیا۔ مزید فرماتے ہیں کہ آیت میں جو عتاب ہے وہ کسی ناراضگی کی وجہ سے نہیں بلکہ مزید اعتنا کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی ہر ہر ادا کا خیال ہے۔ اسے یہ گوارہ نہیں کہ آئینہ نبوت پر ادنیٰ سا غبار بھی پڑے۔ زمخشری کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کا قدم حسب عادت یہاں بھی پھسل گیا ہے۔ اس نے تحریم سے مراد شرعی تحریم لی ہے۔ جو گناہ ہے اور غفور میں اسی گناہ کی آمیزش کی طرف اشارہ ہے۔

آلوسی کہتے ہیں کہ ابن منیر[1] نے یہاں زمخشری کے خوب بخیئے ادھیڑے ہیں ابن منیر کی تنقید کا حاصل یہ ہے کہ زمخشری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جو کچھ کہا ہے وہ اس کا اپنا گھڑا ہوا افترا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اس سے بری ہے۔ کیونکہ حلال کی تحریم کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کسی حلال چیز کو حرام اعتقاد کر لیا جائے یہ ممنوع ہے بلکہ کفر ہے۔ اور نبی معصوم سے اس کا صدور ممکن نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حلال کو حلال ہی سمجھا جائے لیکن اس کے استعمال سے

---

[1] ۔ پورا نام یہ ہے: قاضی احمد بن محمد بن منصور المنیر مالکی (اسکندریہ کے قاضی تھے) آپ نے کشاف پر ایک جامع حاشیہ الانصاف کے نام سے لکھا ہے (تاریخ تفسیر و مفسرین صفحہ ۳۴۸)

اجتناب کیا جائے اور ایسا کرنا مباح اور حلال ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریم کی یہی صورت تھی۔

اللہ تعالیٰ کے عتاب کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی خوشنودی کیلئے اپنے اوپر پابندی عائد کرلی۔ جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف اور مشقت کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ کو ہرگز یہ گوارہ نہیں کہ اس کے محبوب کو تکلیف پہنچے، اس لئے فرمایا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ کو اپنی ازواج کی خوشنودی مطلوب ہے اور مجھے آپ کا آرام اور آپ کی راحت مرغوب ہے۔ ایسی ناروا پابندیوں کی اجازت میں آپ کو کیونکر دے سکتا ہوں۔

قد فرض الله لكم تحلة ايمانكم

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا تمہارے لئے تمہاری قسموں کی گرہ کھولنے کا طریقہ یعنی کفارہ“۔

یعنی اللہ نے وہ چیز بیان کردی جس سے تمہاری قسموں کی گرہ کھل جاتی ہے یعنی کفارہ۔ یعنی قسم کھا کر جو گرہ تم نے ڈال دی تھی اس کے کھولنے کا طریقہ تمہیں بتادیا کہ کفارہ ادا کرو اور پابندی سے آزاد ہو جاؤ۔

ان تتوبا الى الله فقد صغت قلوبكما

”اگر تم دونوں اللہ کے حضور توبہ کرلو اور تمہارے دل بھی (توبہ کی طرف) مائل ہو چکے ہیں۔ (تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے)۔

علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

(اے امہات المؤمنین) تم پر واجب تو یہ تھا کہ ہر بات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کرتیں۔ جو چیز حضور کو پسند ہوتی تم بھی اس کو پسند کرتیں، جو چیز حضور کو ناپسند ہوتی تم بھی اسے ناپسند کرتیں۔ لیکن تم نے ایسا نہ کیا تمہارے لئے یہ کسی طرح مناسب نہ تھا۔ اس لئے اس فروگزاشت سے جتنی جلد توبہ کروگی تمہارے لئے اتنا ہی بہتر ہوگا۔ (ماخوذ: تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم ملخصا)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ازواج مطہرات نے ایک ایسی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جو واقعہ کے خلاف تھی یعنی حضور کے دہن پاک سے مغافیر کی بو تو نہیں آتی تھی تو انہوں نے ایسی بات کہی۔ اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے میری ذات کی طرف وہ بات منسوب کی جو واقعی مجھ میں نہیں ہے اسے چاہیئے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كذب على متعمدًا فليتبوا مقعدهُ من النار. (سنن ابن ماجہ صفحہ ۴۰ جلد اوّل)

- غزالی زماں رازی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی نور اللہ مرقدہٗ اس شبہ کے جواب میں فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ کیونکہ غرفت کے پودے جس کا وہ گوند مغفور کہلاتا ہے عرب میں بکثرت ہوتے تھے۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ جو درخت کسی جگہ ہوں شہد کی مکھیاں اسی درخت کی پتیوں کا عرق چوستی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف علاقوں کے شہد کا مزا بھی مختلف ہوتا ہے۔ بلکہ آپ اس ایک ہی جگہ کو لیجئے۔ مکھیوں کا جو ایک گھر بنا ہوتا ہے اگر وہ کسی پھلواری میں ہو اس کی لذت اور خوشبو بالکل الگ ہوگی اور اگر وہ کسی آم یا کینوؤں کے باغ میں ہوگا، تو اس کے شہد کی لذت اور خوشبو اوروں سے مختلف ہوگی۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ حجاز مقدس میں غرفت کے پودے کثرت سے ہوتے تھے اور جب شہد کی مکھیاں وہ رس چوستی تھیں تو اس کے شہد سے مغفور کی خوشبو آتی تھی یہی بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مغفور نہیں کھایا۔ لیکن یہ تو ہوسکتا ہے کہ شہد کی مکھی غرفت کے پودے پر جا کر بیٹھی اور وہاں اس نے اس کے پتے کا رس چوسا تو اس کا اثر تو شہد میں آنا ہوا اور جب شہد آپ نے تناول فرمایا تو خفیف سے خفیف اثر شہد میں آیا ہوگا اتنا ہی اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن پاک

سے محسوس ہوا ہوگا۔ بس یہ اس کا صحیح جواب ہے کہ اس میں یہ بات واقعہ کے خلاف نہ تھی ..... اور ازواج مطہرات اس بات سے پاک ہیں کہ وہ خلاف واقعہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کی طرف منسوب کریں۔

(البیان العظیم فی تفسیر سورہ التحریم صفحہ نمبر ۳۰، ۳۱ طبع راولپنڈی (تلخیص)

آیت نمبر ۲: "قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک"۔ (سورۃ انعام آیت نمبر ۵۰)

ترجمہ: "فرما دیجئے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہیں جانتا میں غیب اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبانی تین باتوں کا اعلان کروایا۔

۱۔ میرے قبضے میں اللہ کے خزانے نہیں۔

۲۔ میں غیب نہیں رکھتا۔

۳۔ میں فرشتہ نوری نہیں ہوں۔

۴۔ مولوی احمد رضا نے لا اعلم الغیب کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

"اور نہ میں یوں کہوں کہ آپ غیب جان لیتا ہوں (اور یہ تحریف ہے)۔

(انصاف صفحہ نمبر ۱۰۲، ۱۰۳)

الجواب: لغت عرب میں ترجمہ کا لفظ دو معانی کیلئے بولا جاتا ہے۔

۱۔ کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں نقل کرنے کو ترجمہ کہتے ہیں۔

۲۔ ترجمہ کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ کلام کا مطلوب و مقصود دوسری زبان میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔

- صاحب تاج العروس لکھتے ہیں:

کسی زبان کی تشریح و توضیح کرنے والے کو "ترجمان" کہتے ہیں۔ کلام کو دوسری زباں میں واضح کرنے کا نام ترجمہ ہے۔ مشہور لغوی جوہری کا قول ہے کہ کلام کو

ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کو ترجمہ کہتے ہیں۔ (تاج العروس جلد ۸)

ترجمہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) لفظی ترجمہ۔ (۲) تفسیری ترجمہ۔

- لفظی ترجمہ: کے معنی یہ ہیں کہ کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں اسی نظم و ترتیب کے ساتھ منتقل کر دیا جائے، جیسے کہ وہ پہلے ہے اس کے ساتھ ساتھ اصل کلام کے معنی و مفہوم کو بہر نوع قائم رکھا جائے اور اس میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو۔

- تفسیری ترجمہ: سے مراد یہ ہے کہ ایک کلام کا مطلب دوسری زبان میں کھل کر بیان کر دیا جائے۔ اس میں سابقہ نظم و ترتیب اور کلام کے اصل تمام معانی کا قائم رکھنا ضروری نہیں۔ (تاریخ تفسیر و مفسرون صفحہ نمبر ۲۲)

اور ایسا عام لوگوں کی آسانی کیلئے کیا جاتا ہے تاکہ وہ کسی تذبذب کا شکار نہ ہو جائیں۔

- قاضی ثناء اللہ پانی پتی (متوفی ۱۲۲۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جان سکتا مگر اسکے جتلانے اور سکھانے سے"۔

آخر میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی میں کہتا ہوں کہ تقدیر عبارت یوں ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور سکھانے کے بغیر غیب نہیں جان سکتی۔ (تفسیر مظہری سورۃ نمل طبع دہلی)

- علامہ سید محمود آلوسی (م ۱۲۷۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی حق بات یہ ہے کہ جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص خود بخود نہیں جان سکتا۔ الخ (۱)..... (روح المعانی صفحہ نمبر ۱۱ جلد ۲)

(۲)..... (ضیاء القرآن ۶۸۴ جلد ۲ طبع لاہور)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے زیر بحث آیت میں تفسیری ترجمہ کیا ہے جس کو تحریف سے تعبیر کرنا جہالت ہے۔ اور حقیقت تحریف سے لاعلمی کی روشن دلیل ہے۔

(نوٹ) باقی اعتراضات کا جواب ہم اوراق گزشتہ میں دے چکے ہیں۔

آیت نمبر۳:

اس کے علاوہ درج ذیل آیات نقل کی ہیں۔

۲۔ قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً الا ماشاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر ۔الخ (سورہ الاعراف صفحہ نمبر ۱۸۸)

۳۔ قل انی لا املک لکم ضراً ولا رشداً۔

۴۔ وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین۔ (سورہ یوسف آیت نمبر ۱۰۳)

۵۔ انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔

انصاف صفحہ نمبر ۵۶ "مرتبین انصاف" لکھتے ہیں: ان آیات کے برعکس بریلوی فرقہ عقیدہ رکھتا ہے کہ دنیا و آخرت کی تمام مرادیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار میں ہیں، جنت و دوزخ حضور کے اختیار میں ہیں۔ (انصاف صفحہ نمبر ۱۰۴)

الجواب نمبر۱: ان نصوص مذکورہ کا مفاد علم غیب حقیقی کا اختصاص بحق سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ (اعلاء کلمۃ اللہ، صفحہ نمبر ۱۸۴ مطبوعہ راولپنڈی ۱۳۸۵ھ)

الجواب نمبر۲: ان آیات بینات میں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات مقدسہ سے الوہیت کی نفی فرما رہے ہیں کہ میں خدا نہیں کیونکہ خدا وہ ہے جس کی قدرت کاملہ اور اختیار مستقل ہے جو چاہے کر سکتا ہے نہ کسی کام سے اسے کوئی روک سکتا ہے اور نہ اسے کسی کام پر کوئی مجبور کر سکتا ہے اور مجھ میں یہ اوصاف نہیں پائے جاتے۔ میرے پاس جو کچھ ہے میرے رب کا عطیہ ہے اور میرا اختیار اسی کا عنایت فرمودہ ہے، لا املک کے کلمات سے اپنے اختیار کامل کی نفی فرمائی اور "الا ماشاء اللہ" اس غلط فہمی کا ازالہ دور کر دیا کہ کوئی نادان ان سے یہ نہ سمجھے کہ حضور کو نفع و نقصان کا کچھ اختیار ہی نہیں۔ فرمایا مجھے اختیار ہے اور یہ اختیار اتنا ہی ہے جتنا میرے رب کریم نے مجھے عطا فرمایا ہے اب رہی یہ بات کہ کتنا عطا فرمایا ہے تو انسانی عقل کا کوئی پیمانہ اور کوئی اندازہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

الجواب نمبر۳: صاحب تفسیر خازن علاؤ الدین بن علی (م ۷۴۱ھ) لکھتے ہیں کہ امور غیبیہ کی خبر دینا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعظم معجزات سے ہے تو یہاں اس کی نفی کیوں کی جا رہی ہے خود ہی جواب دیتے ہیں کہ حضور کا فرمانا بر سبیل تواضع و انکسار اور ادب تھا اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے مطلع نہ کرے میں غیب نہیں جان سکتا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور کا یہ ارشاد اس وقت ہو جب غیب پر آگہی نہیں بخشی گئی تھی اور جب آگاہ فرما دیا تو ارشاد فرمایا "فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول "۔الخ (تفسیر خازن پ ۹ سورۃ الاعراف)

الجواب نمبر۴: اگر اس آیت کے الفاظ میں غور کیا جائے تو علامہ خازن کی تحقیق بالکل درست معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں حروف شرط میں سے لو مستعمل ہوا ہے اور علامہ جمال الدین ابن ہشام نے اپنی گرانقدر تالیف المغنی (جلد اوّل صفحہ نمبر ۲۰۶) میں اس پر طویل بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

لو تین امور پر دلالت کرتا ہے۔

۱۔ شرط کو سبب اور جزا کو مسبب بناتا ہے۔

۲۔ دونوں کا تحقق زمانہ ماضی میں ہوتا ہے۔

۳۔ سبب ممتنع ہوتا ہے۔

اس تحقیق کو ذہن نشین کر لینے کے بعد آیت میں غور کیجئے کہ یہاں علم غیب سے مراد علم ذاتی جو قدرت ذاتی سے مستلزم ہے نہ لیا جائے تو سبب نہیں بن سکتا۔ کیونکہ صرف علم، خیر کثیر جمع کر لینے اور دفع ضرر کو دور کرنے کا سبب نہیں ہوا کرتا کیونکہ کسی تکلیف کے وقوع کا علم از وقت ہو جاتا ہے لیکن انسان اس سے بچ نہیں سکتا۔ موٹی سی بات ہے کسی شخص کو عدالت عالیہ سے پھانسی کا حکم ہو جائے تو وہ یہ جانتے ہوئے کہ مجھے پھانسی دے دی جائے گی اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ اس لئے حصول خیر اور دفع ضرر کا سبب علم ذاتی ہی ہو سکتا ہے جو قدرت ذاتی کو مستلزم ہے۔ تب ہی "لو" شرط اور

جزاء میں سببیت کا علاقہ پیدا کرسکتا ہے جو اس کا پہلا خاصہ ہے اس کا دوسرا خاصہ کلام کو زمانہ ماضی کے ساتھ مخصوص کرنا ہے اور زمانہ ماضی میں کسی چیز کی نفی اس امر کو مستلزم نہیں کہ آئندہ بھی یہ نہ پایا جائے۔ اور لو کا تیسرا خاصہ یہ ہے کہ وہ سبب کے ممتنع ہونے پر دلالت کرتا ہے اور علم غیب جس کا حصول ممتنع ہے وہ علم غیب ذاتی ہی ہے اللہ تعالیٰ کے بتانے سے کسی غیب کو جان لینا کسی کے نزدیک بھی ممتنع نہیں بلکہ سب اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سکھا دینے سے علم غیب حاصل ہو جاتا ہے۔ اب لو سے جس علم غیب کی نفی کی جارہی ہے وہ وہ ہے جس کا حصول ممتنع ہے وہ علم غیب ذاتی ہے اس لئے آیت کریمہ سے علم غیب عطائی کی نفی نہیں ہوتی اور ہم یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلام اللہ تعالیٰ غیب کا علم حاصل تھا۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد ۲ سورہ اعراف)

- اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت کا تعلق "حب" سے نہیں بلکہ میری مشیت سے ہے اور میری اور تیری مشیت میں اختلاف نہیں (کیونکہ انبیاء و اولیاء) اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اذن کے تحت ہوتے ہیں اور ایک لمحہ کیلئے بھی ذات کبریا سے مستغنی نہیں ہوتے۔

کیونکہ ھدیٰ کا تعلق مشیت سے ہے اور مشیت اس کی ہے جو خالق اھتدیٰ ہے اور جو مشیت خالق اھتدیٰ کی ہوگی وہی مشیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوگی، تو "انک لاتھدی کے معنی اظہر من الشمس ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے ہدایت قبول کرے گا اس کیلئے ہدایت پانے کی صورت پیدا کر دیتا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کا اپنے چچا ابو طالب کو بار بار اسلام کی دعوت دینا تقاضا رحمۃ للعالمینی تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"انک لتھدی الی صراط المستقیم"۔ (الشوریٰ آیت نمبر ۵۲)

ترجمہ: "(اے حبیب) بے شک آپ ضرور سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرماتے